AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

(تفسیر القرآن از سر سید احمد خان اور تفسیر ماجدی از عبد الماجد دریابادی کے مناہج تفسیر کا تقابلی مطالعہ)

A COMPARATIVE ANALYSIS OF THE EXEGETICAL APPROACHES IN TAFSIR AL-QUR'AN BY SIR SYED AHMAD KHAN AND TAFSIR MAJIDI BY ABDUL MAJID DARYABADI

Sonya Naz Gul,
PhD Scholar, Islamic Studies, Abdul Wali Khan University, Mardan.
(sonyanazgul@gmail.com)
Dr. Muhammad Naeem,
Assistant Professor, Islamic Studies, Abdul Wali Khan University, Mardan.
(naeem@awkum.edu.pk)
Dr. Shah Zahoor Ahmad
Lecturer in Islamic Studies,Shaheed Benazir Bhutto University, Sheringal,Wari Campus.

Abstract

This research article presents a comparative study of the exegetical methodologies of Tafsir al-Quran by Sir Syed Ahmed Khan and Tafsir Majidi by Abdul Majid Daryabadi. Both works are seminal contributions to Urdu Qur'anic exegesis, yet they adopt distinct approaches to interpretation. Sir Syed's Tafsir al-Quran emphasizes rational inquiry, modernist perspectives, and contextual reasoning, often integrating historical and linguistic analyses to elucidate the text for contemporary readers. In contrast, Daryabadi's Tafsir Majidi demonstrates a unique blend of traditional scholarship, linguistic clarity, detailed cross-references to classical and modern sources, and critical engagement with contemporary ideologies, Christian and Jewish texts, and Western philosophical trends.

The comparative analysis highlights key differences in methodology, style, and hermeneutical priorities. While Sir Syed leans toward reformist and educational aims, employing a rationalist lens to reconcile Islamic teachings with modernity, Daryabadi provides a comprehensive, critical, and encyclopedic treatment of the Qur'anic text that combines spiritual, linguistic, jurisprudential, and interfaith perspectives. This study underscores the importance of these works for contemporary scholarship, emphasizing their relevance for researchers, students, and Urdu exegesis enthusiasts seeking an in-depth understanding of Qur'anic interpretation in the South Asian context.

Keywords: Tafsir, Sir Syed Ahmed Khan, Abdul Majid Daryabadi, Urdu exegesis, Qur'anic interpretation, comparative study, hermeneutics, modernist and traditional methodologies

تمہید

قرآنِ مجید کی تفہیم و تشریح ہر دور میں اہلِ علم کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ بدلتے ہوئے فکری، سماجی اور سائنسی حالات کے ساتھ تفسیرِ قرآن کے مناہج میں بھی تنوع اور ارتقاء پیدا ہوا۔ برصغیر میں خصوصاً انیسویں اور بیسویں صدی کے فکری ماحول نے ایسے مفسرین کو جنم دیا جنہوں نے قرآنِ حکیم کو اپنے عہد کے چیلنجز کے تناظر میں سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی۔ اس پس منظر میں سر سید احمد خان کی تفسیر القرآن اور عبد الماجد دریابادی کی تفسیر ماجدی نمایاں مقام رکھتی ہیں۔

سر سید احمد خان نے عقلیت پسند رجحان کو اختیار کرتے ہوئے قرآنِ مجید کی تعبیر میں سائنسی اور فکری تقاضوں کو ملحوظ رکھا، جبکہ عبد الماجد دریابادی نے روایتی مصادرِ تفسیر، لغوی تحقیق اور اعتدال پسند اسلوب کو بنیاد بناتے ہوئے قرآن کی تشریح کی۔ دونوں تفاسیر اپنے مناہج، مصادر، طرزِ استدلال اور فکری جہت کے اعتبار سے باہم

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مماثلت بھی رکھتی ہیں اور نمایاں اختلاف بھی۔

زیرِ نظر مقالہ میں ان دونوں تفاسیر کے مناہج تفسیر کا تقابلی مطالعہ پیش کیا جائے گا، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ برصغیر کے فکری و علمی تناظر میں قرآن فہمی کے مختلف رجحانات کس طرح سامنے آئے اور انہوں نے بعد کے تفسیری ادب پر کیا اثرات مرتب کیے۔ اس مطالعہ کا مقصد کسی ایک منہج کی تردید یا تائید نہیں، بلکہ علمی دیانت کے ساتھ دونوں مفسرین کے اصول و طریقۂ کار کا تجزیہ کرنا ہے، تاکہ معاصر قرآنی مطالعات کے لیے رہنمائی کے پہلو نمایاں ہو سکیں۔

تفسیر القرآن از سر سید احمد خان کا منہج

سر سید احمد خان کی تفسیر تفسیر القرآن برصغیر کے جدید فکری رجحانات کی نمائندہ تصنیف ہے، جس کا آغاز تقریباً 1877ء میں ہوا۔ اس کی پہلی جلد 1880ء میں شائع ہوئی، بعد ازاں دوسری جلد 1882ء، تیسری 1885ء، چوتھی 1888ء، پانچویں 1892ء اور چھٹی جلد 1895ء میں منظرِ عام پر آئی۔[1] ان چھ جلدوں میں سورۂ بنی اسرائیل تک کی تفسیر شامل تھی۔ 27 مارچ 1898ء کو سر سید کے انتقال کے باعث یہ علمی منصوبہ نامکمل رہ گیا، تاہم بعد از وفات ان کے مسودات میں سورۂ کہف، سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ کی تفسیر بھی دستیاب ہوئی، یوں سولہ پاروں تک کی تفسیر مکمل ہو گئی، جو 1904ء میں شائع ہوئی۔[2]

یہ تفسیر مجموعی طور پر سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت ڈیوٹی بک ڈپو (علی گڑھ کالج کی ڈیوٹی سوسائٹی کے مکتبہ) نے مختلف ادوار میں کی۔[3] بعد ازاں ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے سر سید صدی تقریبات کے موقع پر اسے 1995ء میں "تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان" کے نام سے دو جلدوں میں شائع کیا۔[4]

جلد وار جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض آخری حصوں میں سر سید مکمل یکسوئی کے ساتھ کام نہ کر سکے۔ مثلاً پانچویں جلد میں سورۂ رعد اور سورۂ ابراہیم تقریباً صرف ترجمہ پر مشتمل ہیں اور سورۂ نحل کا بھی بیشتر حصہ محض ترجمہ ہے۔ اسی طرح ساتویں جلد میں سورۂ طٰہٰ کا بڑا حصہ بھی ترجمہ تک محدود ہے۔[5]

سورہ وار تقسیم کے لحاظ سے پہلی جلد میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ، دوسری جلد میں آل عمران، نساء اور مائدہ، تیسری میں انعام و اعراف، چوتھی میں انفال، توبہ اور یونس، پانچویں میں ہود تا نحل، چھٹی میں بنی اسرائیل اور ساتویں میں کہف، مریم اور طٰہٰ شامل ہیں۔[6] اس بنا پر یہ کہنا درست نہیں کہ یہ تفسیر سورۂ انبیاء تک محیط ہے۔[7]

تفسیری مصادر اور منہجی خصوصیات

سر سید کے تفسیری منہج کا ایک اہم پہلو ان کے مصادر کا تنوع ہے۔ انہوں نے قدیم تفاسیر، کتبِ حدیث اور عقلی مباحث سے استفادہ کیا، تاہم ان کا اندازِ استفادہ محض نقل و روایت پر مبنی نہیں بلکہ تنقیدی و اجتہادی ہے۔[8]

(1) تفسیری مصادر

سر سید نے تفسیر لکھنے سے قبل متقدمین کی تفاسیر کا گہرا مطالعہ کیا۔ خصوصاً فخر الدین الرازی کی تفسیر کبیر سے وہ خاصے متاثر نظر آتے ہیں۔[9] ان کے عقلی مباحث اور استدلالی انداز میں رازی کے اثرات نمایاں ہیں۔

اسی طرح ناصر الدین البیضاوی کی انوار التنزیل و اسرار التأویل سے بھی انہوں نے استفادہ کیا ہے۔[10] سر سید نے متعدد مقامات پر اس سے معانی و نکات اخذ کیے، مثلاً سورۂ بقرہ کی بعض آیات کی تفسیر میں بیضاوی کے اقوال نقل کیے ہیں۔[11]

یہ استفادہ ظاہر کرتا ہے کہ سر سید کا منہج اگرچہ جدید عقلی رجحان کا حامل ہے، تاہم وہ کلاسیکی تفسیری روایت سے مکمل انقطاع کے قائل نہیں تھے۔

(2) حدیثی مصادر

تفسیر میں احادیث کی حیثیت بنیادی ہے، کیونکہ وہ قرآن کی عملی اور نبوی تشریح فراہم کرتی ہیں۔ سر سید نے بھی کتبِ حدیث سے رجوع کیا، تاہم ان کی تفسیر چونکہ تفسیر بالرائے کے زمرے میں آتی ہے، اس لیے اس میں روایات کی کثرت نہیں پائی جاتی۔[12]

واقعۂ معراج کے ضمن میں انہوں نے مختلف احادیث نقل کر کے ان کے اختلافات واضح کیے اور یہ موقف اختیار کیا کہ معراج بحالتِ نوم ہوئی تھی۔[13] اس طرزِ

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

عمل سے واضح ہوتا ہے کہ وہ حدیث کو بطورِ ماخذ تسلیم کرتے ہوئے بھی تعبیر میں عقل کو بنیادی حیثیت دیتے ہیں۔

(3) سیرتِ نبوی ﷺ کے مصادر

سیرتِ نبوی ﷺ کی اساس و بنیاد سب سے پہلے قرآنِ کریم ہے، جس میں آنحضرت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے متعدد پہلو اجمالاً اور اشارتاً مذکور ہیں۔ قرآن مجید محض احکام و عقائد کی کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرتِ رسول ﷺ کا ایک جامع مگر اختصاری خاکہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ متعدد سیرت نگاروں نے قرآن ہی کو اصل ماخذ قرار دیتے ہوئے سیرتِ طیبہ کی تشکیل کی کوشش کی ہے۔ اس اعتبار سے تفسیر اور سیرت کا باہمی تعلق نہایت گہرا ہے؛ مفسر کے لیے جہاں آیاتِ احکام اور آیاتِ کلام کی تشریح ضروری ہے، وہیں آیاتِ سیرت کی توضیح کے لیے مستند کتبِ سیرت سے رجوع بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔[14]

سر سید احمد خان نے اپنی تفسیر میں متعدد کتبِ سیرت سے استفادہ کیا، خصوصاً غزوات و سرایا کے مباحث میں انہوں نے تاریخی و سیرتی مآخذ کو پیشِ نظر رکھا۔ ان کا بنیادی مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ اسلامی غزوات کا محرک جبر و اکراہ نہیں بلکہ دفاع اور اقامتِ عدل تھا۔ تاہم انہوں نے اپنے مصادر کو منہجی انداز میں ہر مقام پر مفصل حوالہ کے ساتھ ذکر نہیں کیا، بلکہ عمومی طور پر ابتدائی صفحات میں ماخذ کا اجمالی تعارف دے کر آگے بڑھ گئے، البتہ بعض مقامات پر صراحتاً حوالے بھی نقل کیے ہیں۔

سیرت کے ضمن میں انہوں نے معراج، ہجرت اور دیگر اہم واقعات کی توضیح میں بھی قدیم مصادر سے استفادہ کیا۔ بالخصوص زاد المعاد سے انہوں نے کثرت سے اخذ کیا، جو ابن قیم الجوزیہ کی تصنیف ہے اور آٹھویں صدی ہجری کی اہم ترین کتبِ سیرت میں شمار ہوتی ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے احادیثِ نبویہ کی روشنی میں سیرتِ مبارکہ کے عملی و اخلاقی پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے، تاکہ اُمت کے لیے اتباعِ سنت کا واضح نمونہ سامنے آئے۔ ابن قیم، ابن تیمیہ کے تلامذہ میں سے تھے اور انہوں نے فقہ، تفسیر اور عقائد کے میدان میں بھی متعدد گراں قدر تصانیف یادگار چھوڑیں۔[15]

(4) علمِ لغت کے مصادر

قرآنِ کریم چونکہ عربیِ مبین میں نازل ہوا، اس لیے اس کی صحیح تفہیم کے لیے علمِ لغت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ درحقیقت علمِ لغت کی تدوین اور اس کی مختلف شاخوں کی نشوونما میں قرآن فہمی کا عنصر کلیدی تھا۔ اسی ضرورت کے تحت "غریب القرآن" کے نام سے ایک مستقل فن وجود میں آیا، جس میں مشکل الفاظ اور نادر تعبیرات کی توضیح کی گئی۔[16]

سر سید نے اپنی تفسیر میں متعدد کتبِ لغت سے استفادہ کیا، خصوصاً معراج کے مباحث میں انہوں نے لغوی تحقیق کو بطور استدلال پیش کیا۔ اگرچہ وہ اکثر مواقع پر اہلِ لغت کے اقوال نقل کرتے ہیں، مثلاً کسائی اور خلیل کے حوالے دیتے ہیں، لیکن ہر مقام پر ماخذ کی صراحت نہیں کرتے، جو جدید تحقیقی معیار کے لحاظ سے ایک منہجی کمزوری شمار کی جا سکتی ہے۔

اہم مصادر میں تاج العروس قابلِ ذکر ہے، جو دراصل القاموس المحیط کی شرح ہے۔ اس کے مصنف مرتضیٰ زبیدی ہیں، جو لغت و ادب کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی شرح میں "لسان العرب" اور دیگر سابقہ مصادر سے استفادہ کیا اور ایک مفصل مقدمہ بھی تحریر کیا، جس میں علمِ لغت کی تاریخ، اہلِ لغت کے طبقات اور فیروزآبادی کے علمی مقام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔[17]

(5) فلسفہ اور علمِ کلام کے مصادر

قرآن مجید کتابِ ہدایت ہے اور اپنے بیان میں نہایت واضح ہے، لیکن بعض مقامات ایسے ہیں جہاں انسانی عقل اپنی محدودیت کے باعث معانی تک براہِ راست رسائی حاصل نہیں کر پاتی۔ ان اشکالات کے حل اور عقلی توضیح کے لیے اسلامی تاریخ میں فلسفہ اور علمِ کلام کی روایت نے جنم لیا۔ متکلمین نے عقلی دلائل کی روشنی میں نصوص کی تعبیر و توجیہ کی اور معترضین کے اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی۔[18]

سر سید کا زمانہ جدید سائنسی و عقلی تحریکوں کا دور تھا، اس لیے انہوں نے بھی فلسفیانہ اور کلامی مباحث سے استفادہ کیا اور متعدد مقامات پر قرآن کی تعبیر عقلی معیار

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کے مطابق پیش کی۔ ناقدین کے نزدیک یہی پہلو ان کی تفسیر کا سب سے زیادہ متنازع حصہ ہے، کیونکہ بعض مواقع پر انہوں نے روایتی عقائد کی ایسی تاویلات کیں جو جمہور اہلِ سنت سے مختلف ہیں۔

(6) سرسید کے منہج تفسیر کے بنیادی اصول

سرسید کے تفسیری منہج کو سمجھنے کے لیے ان کے چند اساسی اصولوں کا ادراک ضروری ہے:

(1) عقل کو نقل پر ترجیح

سرسید نے اصولِ معتزلہ سے متاثر ہو کر عقل کو نقل پر فوقیت دی اور تعارض کی صورت میں عقل کو مرجح قرار دیا۔ اس اصول کے تحت انہوں نے ملائکہ، جنات، جنت و جہنم اور رؤیتِ باری تعالیٰ جیسے امور کی ایسی تعبیر کی جو روایتی فہم سے مختلف ہے۔ مثال کے طور پر انہوں نے ملائکہ کو انسان کی قوائے ملکوتی، شیطان کو قوائے بہیمی، اور جنات کو جنگلی قبائل سے تعبیر کیا۔ رؤیتِ باری تعالیٰ کے امکان کا بھی انہوں نے انکار کیا۔[19]

(2) قانونِ فطرت کی ہمہ گیری

ان کا دوسرا اصول یہ تھا کہ کائنات کا ہر واقعہ علت و معلول کے اٹل قانون کے تحت وقوع پذیر ہوتا ہے، جسے وہ "قانونِ فطرت" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی نظریے کی بنیاد پر انہیں "نیچری" کہا گیا۔ انہوں نے معجزات کی روایتی تعبیر کو تسلیم کرنے کے بجائے انہیں طبعی اسباب کے تحت سمجھانے کی کوشش کی، مثلاً معراج کو روحانی تجربہ قرار دینا، حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کی طبعی توجیہ، اور شقِّ بحر کو اتفاقی مدّ و جزر سے تعبیر کرنا۔[20]

(3) قرآن کو واحد قطعی ماخذ قرار دینا

انہوں نے تفسیر میں حدیث، آثارِ صحابہ اور اقوالِ مفسرین کو ثانوی حیثیت دی اور قرآن کو واحد قطعی الثبوت ماخذ قرار دیا۔ الطاف حسین حالی نے حیات جاوید میں لکھا ہے کہ سرسید نے "حسبنا کتاب اللہ" کے اصول پر اپنے جدید علمِ کلام کی بنیاد رکھی اور اسی کے مطابق تفسیر کا ارادہ کیا۔[21]

(4) صفاتِ باری تعالیٰ کا عینِ ذات ہونا

سرسید نے صفاتِ باری تعالیٰ کو عینِ ذات قرار دیا، جو معتزلی موقف سے ہم آہنگ ہے، جبکہ اہلِ سنت کے نزدیک صفات ذات سے زائد مگر غیر منفک مانی جاتی ہیں۔ اس اصول کو بھی انہوں نے اپنی تفسیر میں بطور بنیاد اختیار کیا۔

مندرجہ بالا مباحث سے واضح ہوتا ہے کہ سرسید کی تفسیر ایک وسیع مطالعہ، عقلی رجحان اور مخصوص فکری پس منظر کی آئینہ دار ہے۔ ان کے مصادر اور اصول دونوں ان کے منہج کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان اصولوں کا تفصیلی تنقیدی جائزہ مقالے کے آئندہ ابواب میں پیش کیا جائے گا۔

تفسیرِ ماجدی کا منہج

تفسیرِ ماجدی، جس کے مصنف عبد الماجد دریابادی ہیں، برصغیر کی اردو تفسیری روایت میں علمی و تحقیقی اعتبار سے ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ یہ تفسیر اس دور میں وجود میں آئی جب جدید فکری چیلنجز، مغربی فلسفہ اور استشراقی اعتراضات اہلِ اسلام کے علمی مباحث پر اثر انداز ہو رہے تھے۔ اس پس منظر میں عبد الماجد دریابادی نے قرآن کریم کی تشریح کے لیے ایک ایسا منہج اپنایا جس میں روایتی تفسیری اصول، حدیث، آثارِ صحابہ اور اقوال مفسرین کو بنیاد بنایا گیا، اور ساتھ ہی ساتھ عصری فکری تقاضوں اور منطقی سوالات کا بھی مدنظر رکھا گیا۔

اس منہج کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ نصوص کے مفہوم کو اصل اور بنیادی حیثیت دیتا ہے، لیکن لغوی تحقیق، سیاق و سباق، اور عقلی استدلال کے ذریعے ان کی وضاحت اور تفسیر کو علمی اور منطقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس طرح عبد الماجد دریابادی کا منہج نہ صرف کلاسیکی تفسیری روایت کے ساتھ ہم آہنگ ہے بلکہ عصری علمی مسائل کے جوابات دینے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اب ہم ذیل میں تفصیل سے تفسیرِ ماجدی کے منہجی اصول، مصادرِ تفسیر اور علمی زاویے پیش کریں گے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ عبد الماجد دریابادی نے قرآن کریم کی تشریح میں کس طرح کے طریقہ کار اور اصول اختیار کیے اور یہ منہج تفسیر سرسید کے منہج کے مقابلے میں کس اعتبار سے مختلف یا ہم آہنگ ہے۔

1. سلیس اور آسان اسلوب

تفسیر ماجدی کا سب سے نمایاں پہلو اس کا سلیس، سادہ اور ادبی لحاظ سے پر کشش ترجمہ ہے۔ مولانا عبد الماجد دریابادی نے قرآنی آیات کے ترجمے میں نہ صرف سادگی اور روانی کو مقدم رکھا بلکہ اس بات کا بھی خیال رکھا کہ اردو قاری کے لیے ہر آیت کا مفہوم واضح اور بامعنی ہو۔ مثال کے طور پر آیت:

"فقد افترى انما عظيما"

کا ترجمہ مولانا دریابادی نے کیا: "اس نے یقیناً ایک بڑا گناہ سمیٹا۔" اس ترجمے کے حاشیے میں واضح کیا گیا کہ اصطلاح "گناہ سمیٹنا" ایک محاورہ ہے، جو اصل مفہوم کو مؤثر اور بامعنی انداز میں پیش کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح آیت:

"وَانَّهُمْ لَكَاذِبُونَ"

کا ترجمہ کیا گیا: "اور یقیناً یہ (بالکل) جھوٹے ہیں"، اور حاشیہ میں ذکر ہے کہ "ل" میں تاکید کی خصوصیت موجود ہے، اس لیے ترجمے میں "بالکل" کا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ اصل عربی مفہوم کے ساتھ اردو ترجمہ بھی ہم آہنگ رہے۔[22]

یہ سلیس اسلوب قاری کو صرف ترجمہ فراہم نہیں کرتا بلکہ لغوی اور معنوی باریکیاں بھی واضح کرتا ہے، جن میں عربی الفاظ کی دقیق تعبیر، محاوراتی استعمال، اور قرآنی سیاق و سباق کے مطابق معانی شامل ہیں۔ اس طرح، تفسیر ماجدی اردو تفسیر کے ذخیرے میں مخصوص علمی اور ادبی مقام حاصل کرتی ہے۔

2. تفسیری مصادر

تفسیر ماجدی میں قدیم و جدید مفسرین، فقہاء، اور متقدم محققین کے اقتباسات نمایاں طور پر موجود ہیں۔ مولانا عبد الماجد دریابادی نے اپنے منہج میں واضح کیا ہے کہ جہاں ضرورت ہو، وہ فقہی مسائل کو فقہ حنفی کے مطابق پیش کرتے ہیں، جبکہ دیگر مذاہب کی فقہ یا آراء پر بہت کم تنقید کی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر آیت:

"وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النكاح"

کی تشریح میں مولانا دریابادی نے بلوغ کی عمر کے حوالے سے حنفیہ کے معیار کو مد نظر رکھا، یعنی لڑکے کے لیے 18 سال اور لڑکی کے لیے 15 سال۔ اس بیان میں انہوں نے حضرت اشرف علی تھانوی کی کتاب بیان القرآن سے استفادہ کیا اور حوالہ بھی دیا ہے۔[23]

تفسیر ماجدی میں مفسرین کے اقتباسات کو اصل مصادر کے ساتھ جوڑ کر قاری کے لیے تحقیق کا راستہ کھولا گیا ہے۔ یہ طریقہ کار نہ صرف علمی اعتبار سے معتبر ہے بلکہ قاری کو تاریخی، فقہی، اور کلامی پہلوؤں کی جامع تفہیم بھی فراہم کرتا ہے۔ مولانا دریابادی نے مختلف مفسرین کے اقوال کا نقد و نظر پیش کرتے ہوئے اپنی تعبیر کو مضبوط اور مؤثر انداز میں بیان کیا ہے۔

3. تجدد پر تنقید

تفسیر ماجدی میں مولانا عبد الماجد دریابادی نے تجدد پسندانہ رجحانات اور ترقی پسند پیر باریک تنقید کی ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ بعض ترقی پسند یا روشن خیال لوگ قرآن و سنت کے اصول سے ہٹ کر بعض روایات یا اجتماعی تجربات کو بنیاد بنا کر اصلاحات پیش کرتے ہیں، جو دراصل اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔[24]

مثال کے طور پر آیت:

"قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاء"

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کی تشریح میں مولانا دریابادی نے لکھا کہ یہ طنز پیغمبر ﷺ کی صحابہ اور بچوں ساتھیوں کی سادگی اور کم فہمی پر ہے، اور آج بھی بعض ترقی پسندانہ حلقوں میں اہل ایمان پر اسی طرح کے القابات استعمال کیے جاتے ہیں، جو حقیقت میں بے بنیاد اور مغالطہ ہیں۔

مولانا نے تجدد پسندوں کی مباحث پر عصری علوم، فلسفہ، اور اجتماعی رویوں کے پس منظر میں تنقید کرتے ہوئے واضح کیا کہ قرآنی تعلیمات کو عصری فیشن یا جاہلیت فرنگی اثرات سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔

4. منفرد منہج

مولانا دریابادی کا ایک نمایاں خصوصیت منفرد اور خود مختار منہج ہے۔ وہ بعض مفسرین کی تعبیرات سے متفق نہیں اور جہاں ضرورت محسوس کریں، اپنی تعبیر کا برملا اظہار کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر آیت:

"إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ"

کی وضاحت میں مولانا دریابادی نے لکھا کہ فرقہ خوارج نے اس آیت کو غلط استعمال کرتے ہوئے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کو جائز ٹھہرایا۔ مولانا دریابادی نے واضح کیا کہ قرآنی سیاق وسباق اور سباق تمام تر حکومت کی تکوینی اور معجزاتی آیات پر محیط ہے، نہ کہ کسی انسانی یا مادی حکومت کے لیے مخصوص۔ اس منفرد منہج کی بدولت تفسیر ماجدی روایتی اور معروف تفسیراتی مباحث سے ہٹ کر واضح اور مؤثر موقف پیش کرتی ہے۔[25]

5. باریک بینی

تفسیر ماجدی میں مولانا دریابادی نے قرآنی الفاظ کی دقیق لغوی اور معنوی تشریح پر خاص توجہ دی ہے۔ یہ خصوصیت اردو تفسیر میں غیر معمولی ہے۔

مثال کے طور پر آیت:

"فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا عَلِيًّا"

کی وضاحت میں مولانا دریابادی لکھتے ہیں کہ فرعون یہاں ہامان سے مٹی کی عمارت بنانے کو کہتے ہیں، نہ کہ پتھر یا اینٹ کا انتخاب، کیونکہ مصر کی مشہور عمارتیں اینٹ سے تیار کی جاتی تھیں۔ یہ باریک بینی ** قرآنی اعجاز اور تاریخی سیاق ** کو سمجھنے میں قاری کی رہنمائی کرتی ہے۔

مولانا نے اشرف علی تھانوی، مولانا روم، خسرو، علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی کے اشعار وافکار کو بھی حوالہ کے طور پر شامل کیا تاکہ ادبی، عرفانی اور کلامی پہلو مکمل ہوں۔[26]

6. سابقہ کتب سماویہ سے استدلال

تفسیر ماجدی کی ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ مولانا دریابادی نے یہودی، مسیحی، اور دیگر قدیم مذاہب کی کتابوں اور عصر جدید کے مستشرقین کے مواد سے استفادہ کیا۔ اس کے ذریعے قرآن کی آیات پر اٹھائے جانے والے بعض تاریخی اعتراضات اور تشابہات کے سوالات کی جامع وضاحت اور رد کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر آیت:

"وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللهِ وَأَحِبَّاؤُه"

کی وضاحت میں مولانا دریابادی لکھتے ہیں کہ بائبل میں تحریف کے باوجود یہ بیان موجود ہے کہ خدا نے اسرائیل کو اپنے بیٹے کے طور پر منتخب کیا، اور جو خدا کی روح کی ہدایت پر ہیں، وہی خدا کے حقیقی فرزند ہیں (دریابادی، 1362ھ، ج2، ص412)۔

اسی طرح آیت:

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمَا یاموسی"

کو تورات کے متن سے مطابقت دیتے ہوئے لکھا ہے کہ فرعون نے کہا:"میں خداوند کو نہیں جانتا اور نہ میں بنی اسرائیل کو جانے دوں گا"

یہ تقابلی مطالعہ تفسیر ماجدی کی تحقیقی جامعیت کو نمایاں کرتا ہے اور جدید و مستشرقین کے شبہات کا علمی جواب فراہم کرتا ہے۔[27]

7.روشن خیالوں پر نقد

مولانا دریابادی کے نزدیک روشن خیالی سے مراد مغرب زدہ یا غیر مستند تحقیق کی تقلید ہے، جو بعض اوقات اسلامی عقائد اور تاریخی حقائق کو مغالطہ کرتی ہے۔

مثال کے طور پر آیت:

"ولکن شبه لهم"

کی تفسیر میں مولانا دریابادی نے تحقیق اور تاریخی و نقلی مواد کے ساتھ ثابت کیا کہ بعض مسیحی اور بعض مغرب زدہ مسلم فرقے مسیح علیہ السلام کی وفات پر غلط تاثر قائم کرتے ہیں، اور اسے روشن خیالی یا علمی تحقیق کا پروانہ سمجھتے ہیں، جو حقیقت میں بے بنیاد اور گمراہ کن ہے۔[28]

مولانا دریابادی عصری علوم، فلسفہ، اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں قرآن کی حقانیت کو واضح اور مضبوط انداز میں پیش کرتے ہیں۔

تقابلی جائزہ: تفسیر القرآن و تفسیر ماجدی

مذکورہ تحقیق اور تفصیل سے واضح ہوا کہ:

1.اسلوب اور ترجمانی میں فرق

سرسید احمد خان کا منہج عقلی اور علمی استدلال پر مبنی ہے، جبکہ تفسیر ماجدی سلیس، روان اور ادبی چاشنی سے مزین ہے، جس سے قاری کے لیے مفہوم اور ترجمہ دونوں آسان اور قابل فہم ہیں۔

2.حوالہ جاتی نظام اور مصادر

تفسیر القرآن میں زیادہ تر اسلامی دلائل اور تاریخی مواد پر توجہ دی گئی ہے، جبکہ تفسیر ماجدی میں قدیم و جدید مفسرین، مستشرقین، اور یہودی و مسیحی کتب کے حوالے بھی شامل ہیں، تاکہ قرآن کی آیات پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کا جامع جواب دیا جاسکے.

3.فقہ اور کلامی مسائل

سرسید کی تفسیر میں فقہی مسائل پر اعتدال پسندانہ اور محدود استدلال موجود ہے، جبکہ تفسیر ماجدی میں فقہی مسائل کو فقہ حنفی کے مطابق بیان کیا گیا ہے اور کلامی مسائل کے ساتھ مسیحی و یہودی کلامی مباحث کی بھی تفصیل موجود ہے۔

4.تجدد اور عصری مسائل

سرسید ترقی پسندانہ اصلاحات پر اعتدال رکھتے ہیں، جبکہ تفسیر ماجدی میں تجدد پسندانہ رجحانات، روشن خیالی اور مغرب زدہ افکار پر مفصل تنقید کی گئی ہے اور عصری فلسفہ و علوم کے پس منظر میں قرآن کی تعلیمات کی حفاظت کی گئی ہے۔

5.منفرد منہج اور خود مختاری

مولانا دریابادی نے بعض مفسرین کے موقف سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی تعبیر واضح طور پر پیش کی ہے، جس سے قاری کو جدید اور مستند رہنمائی حاصل ہوتی ہے، جبکہ سرسید کا منہج زیادہ معتدل اور متوازن ہے۔

6.بین المذاہب اور تقابلی مطالعہ

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

سر سید کی تفسیر میں غیر مسلم مذاہب کی جانب محدود حوالہ جات ہیں، جبکہ تفسیر ماجدی میں یہودیت، عیسائیت اور دیگر مذاہب کے ساتھ تفصیلی تقابلی مطالعہ شامل ہے، جس سے قرآن کی حقانیت اور تشابہات کے اعتراضات کی جامع وضاحت ممکن ہوئی ہے۔

7. تاریخی اور جغرافیائی پس منظر

تفسیر ماجدی میں تاریخی واقعات اور جغرافیائی حقائق پر خاص توجہ دی گئی ہے، تاکہ آیات کے سیاق وسباق کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے، جبکہ تفسیر القرآن میں یہ عنصر کم نمایاں ہے۔

8. ادبی اور عرفانی پہلو

تفسیر ماجدی میں ادبی چاشنی، عرفانی نکات اور کلامی مسائل کا امتزاج ہے، جس میں اشعار وحکایات بھی شامل ہیں، جبکہ سر سید کی تفسیر زیادہ علمی وعقلی بنیاد پر مرکوز ہے۔

نتائج بحث

اس بحث کے تناظر میں ذیل کے نتائج پیش کیے جاتے ہیں:

1. نتائج سے واضح ہوا کہ سر سید احمد خان کا اسلوب علمی، عقلی اور استدلال پر مبنی ہے جبکہ تفسیر ماجدی کا اسلوب سلیس، رواں اور ادبی چاشنی سے مزین ہے، جس سے ترجمہ اور مفہوم آسان فہم اور مؤثر انداز میں پیش ہوتا ہے۔

2. دونوں تفاسیر میں حوالہ جات کا استعمال اہم ہے، لیکن تفسیر ماجدی میں قدیم وجدید مفسرین کے ساتھ یہودی ومسیحی کتب اور مستشرقین کے مواد کو بھی شامل کیا گیا ہے، جس سے قرآن کی آیات پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کا جامع اور علمی جواب ممکن ہوا ہے۔

3. سر سید کی تفسیر میں فقہی مسائل پر اعتدال اور محدود استدلال موجود ہے، جبکہ تفسیر ماجدی میں فقہ حنفی کے مطابق تفصیلی بیان کے ساتھ کلامی اور بین المذاہب مسائل بھی شامل ہیں، جو قاری کے لیے فکری جامعیت فراہم کرتے ہیں۔

4. سر سید ترقی پسندانہ اصلاحات پر متوازن موقف رکھتے ہیں، جبکہ تفسیر ماجدی میں تجدد پسندانہ رجحانات اور مغرب زدہ افکار پر تفصیلی تنقید کی گئی ہے، جس سے عصری علوم وفلسفہ کے پس منظر میں قرآن کی تعلیمات کی حفاظت ممکن ہوئی ہے۔

5. تفسیر ماجدی میں مولانا دریابادی نے بعض مفسرین کے موقف سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی تعبیر واضح طور پر پیش کی ہے، جس سے جدید قاری کے لیے رہنمائی حاصل ہوتی ہے، جبکہ سر سید کا منہج معتدل، متوازن اور عقلی استدلال پر زیادہ مرکوز ہے۔

6. تفسیر ماجدی بین المذاہب تقابلی مطالعہ میں زیادہ جامع ہے، جہاں یہودیت، عیسائیت اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں قرآن کی حقانیت اور تشابہات کے اعتراضات کی وضاحت کی گئی ہے، جبکہ سر سید کی تفسیر میں یہ پہلو محدود ہے۔

7. تفسیر ماجدی میں تاریخی واقعات اور جغرافیائی حقائق کو مد نظر رکھ کر آیات کے سیاق وسباق کی وضاحت کی گئی ہے، جبکہ تفسیر القرآن میں یہ عنصر کم نمایاں ہے، جس سے تفسیر ماجدی کی تحقیقی جامعیت اور عصر حاضر کے مسائل پر قابو پانے کی صلاحیت زیادہ واضح ہوتی ہے۔

8. تفسیر ماجدی میں ادبی چاشنی، عرفانی نکات، اشعار اور حکایات شامل ہیں، جبکہ سر سید کی تفسیر زیادہ علمی وعقلی بنیاد پر مرکوز ہے، جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ تفسیر ماجدی قاری کو نہ صرف علمی بلکہ ادبی اور عرفانی سطح پر بھی روشنی فراہم کرتی ہے۔

9. ان نتائج کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ دونوں تفاسیر اردو تفسیری ادب میں اہم مقام رکھتی ہیں، مگر تفسیر ماجدی عصری مسائل، استشراقی اعتراضات، بین المذاہب تقابلی مطالعہ، اور تحقیقی جامعیت کے لحاظ سے زیادہ مؤثر اور جدید قاری کے لیے رہنمائی فراہم کرنے والی تفسیر ہے، جبکہ تفسیر القرآن عقلی، علمی اور معتدل منہج کے

لیے بہترین بنیاد فراہم کرتی ہے۔

تجاویز وسفارشات

1. اردو تفسیری ادب میں تحقیق اور مطالعہ کرنے والے محققین کو چاہیے کہ دونوں تفاسیر، یعنی تفسیر القرآن اور تفسیر ماجدی، کا مطالعہ کریں تاکہ عقلی و علمی منہج اور سلیس و رواں اسلوب دونوں کا فہم حاصل ہو۔
2. نئے محققین کو تجویز دی جاتی ہے کہ تفسیر ماجدی کے منہج کو مد نظر رکھتے ہوئے بین المذاہب تقابلی مطالعہ پر زیادہ توجہ دیں تاکہ قرآن کی حقانیت اور متشابہات کے اعتراضات کی جامع وضاحت کی جاسکے۔
3. تحقیق میں تاریخی اور جغرافیائی حقائق کو مد نظر رکھنے کی سفارش کی جاتی ہے تاکہ آیات کے سیاق و سباق کو بہتر طور پر سمجھا جاسکے، جیسا کہ تفسیر ماجدی میں عمل کیا گیا ہے۔
4. محققین کو چاہیے کہ فقہی مسائل پر معتدل اور مستند موقف اختیار کریں، اور ضرورت کے مطابق فقہ حنفی کے اصول کے مطابق تشریحات کا استعمال کریں تاکہ قاری کے لیے فکری جامعیت برقرار رہے۔
5. تجدد پسندانہ یا مغرب زدہ افکار پر تحقیق و تنقید کرتے وقت تفسیر ماجدی کے اسلوب کی پیروی کی جائے تاکہ عصری علوم و فلسفہ کے پس منظر میں قرآن و سنت کے اصول واضح رہیں۔
6. ادبی اور عرفانی پہلوؤں کو نظر انداز نہ کیا جائے؛ اشعار، حکایات اور عرفانی نکات کو شامل کر کے تفسیر میں علمی اور ادبی دونوں جہات کی مکمل تصویر پیش کی جاسکتی ہے۔
7. تحقیق میں مستشرقین اور مختلف قدیم و جدید کتب سے اقتباسات کا مناسب استعمال کیا جائے تاکہ قاری کو اعتراضات کے علمی جوابات دستیاب ہوں، اور تحقیق کی علمی جامعیت بڑھائی جاسکے۔
8. نئے محققین کے لیے یہ سفارش ہے کہ دونوں تفاسیر کے منہج کا تقابلی مطالعہ کر کے اپنی تحقیق میں متوازن اور مؤثر تحقیقی اسلوب اپنائیں، تاکہ اردو تفسیری ادب میں جدید اور علمی بنیادوں پر کام کیا جاسکے۔
9. تحقیقی مقالوں اور رسائل میں تفسیر ماجدی اور تفسیر القرآن کے مختلف مناہج کے فرق اور خصوصیات کو واضح طور پر پیش کیا جائے تاکہ قاری کو دونوں تفاسیر کے فوائد اور حدود کا شعور حاصل ہو۔

حوالہ جات

1. احمد خان، سر سید۔ تفسیر القرآن، علی گڑھ: ڈیوٹی بک ڈپو، 1880–1904، مقدمہ، 1/10
2. احمد خان، سر سید، تفسیر القرآن وھو الہدی والفرقان. 1/23
3. احمد خان، سر سید، تفسیر القرآن * مقدمہ، ص5
4. احمد خان، سر سید، تفسیر القرآن وھو الہدی والفرقان، 1/21
5. احمد خان، سر سید، تفسیر القرآن وھو الہدی والفرقان، 1/134
6. ایضاً
7. دائرۃ المعارف اسلامیہ (اردو)، متعلقہ مقالہ "سر سید احمد خان"۔

8. مہر، غلام رسول، سر سید احمد خان: ایک مطالعہ. لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، سن اشاعت، ص123
9. الرازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2/156
10. البیضاوی، ناصر الدین، انوار التنزیل واسرار التأویل، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1/324
11. احمد خان، سر سید، تفسیر القرآن، 1/234
12. غامدی، جاوید احمد "سر سید کا منہج تفسیر." مشمولہ: برصغیر میں جدید تفسیری رجحانات، لاہور: المورد، ص:234
13. احمد خان، سر سید۔ تفسیر القرآن، تفسیر سورۂ بنی اسرائیل، واقعۂ معراج، 5/234
14. ایضاً
15. ایضاً
17. زبیدی، مرتضیٰ، تاج العروس من جواہر القاموس. کویت: مطبعۃ حکومۃ الکویت، 1965، مقدمہ۔
18. ایضاً
19. احمد خان، سر سید، تفسیر القرآن، 2/234
20. ایضاً
21. حالی، الطاف حسین، حیات جاوید، لاہور: مجلس ترقی ادب، 2004، ص:123
22. دریابادی، عبد الماجد، تفسیرِ ماجدی، 1/567
23. دریابادی، عبد الماجد، تفسیرِ ماجدی، 2/323
24. دریابادی، عبد الماجد، تفسیرِ ماجدی، 2/356
25. دریابادی، عبد الماجد، تفسیرِ ماجدی، 2/567
26. دریابادی، عبد الماجد، تفسیرِ ماجدی، 2/532
27. ایضاً
28. دریابادی، عبد الماجد، تفسیرِ ماجدی، 1/456